ایک زمانہ میں دو مختلف شریعتیں مقرر ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

علامہ ابوشکور محمد بن عبدالسعید سالمی کشی (صاحب التمہید)

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ایک زمانہ میں دو مختلف شریعتیں مقرر کرنا جائز نہیں اور یہود ونصاری اس کے منکر ہیں۔[1]

ایک وقت میں دو مختلف شریعتیں کیوں نہیں چل سکتیں؟

ہمارا دعوی ہے کہ ایک وقت میں دو مختلف شریعتیں لاگو نہیں ہو سکتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر دو مختلف شریعتیں ایک زمانہ میں ہوں گی تو اس میں بہت سی خرابیاں ہیں مثلا

(۱) احکام کا معطل ہونا (۲) اور مخلوق کا ایمان ضائع کرنا (۳) اور دین سے روگردانی کرنا ہوگی، اس لیے کہ شریعت اول جب امت کے لیے حجت ہے، دوسری شریعت سے اعراض کرنے کے ساتھ بایں طور کہ ہم یہ کہیں کہ ہم پہلی شریعت پر ایمان لائے اور ہم نے اس کا اتباع کیا، اب ہم شریعت ثانیہ کا اتباع نہیں کریں گے۔ دونوں پر بیک وقت عمل ناممکن ہوگا جب کہ ایک دوسری سے مختلف ہے۔

اور پھر یوں ہوگا کبھی اس پر عمل کیا اور کبھی دوسری پر، جس میں آسانی دیکھی اس کو اختیار کرلیا اور دوسری کو چھوڑ دیا اور کبھی دوسری شریعت میں آسانی دیکھی تو اس کو اختیار کرلیا اور پہلی کو چھوڑ دیا تو جس کو چھوڑے گا اس میں کافر ہوگا۔ گویا جس کو اختیار کیا اور اس پر ایمان لایا تو مومن ہوا، دوسری کو چھوڑا تو کافر ہوگیا اور دونوں شریعتیں برحق ہیں تو ایک پر عمل کرنے سے دوسری شریعت کا منکر ہوکر کافر ہوجائے گا اور یہ محال ہے۔

تو لازم آیا کہ ایک شخص ایک وقت میں مؤمن بھی ہو اور کافر بھی، یہ محال ہے۔

ایک وقت میں دو امام ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

اور دو اماموں (حاکموں) کا ایک وقت میں نصب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ ناجائز

☆ بالملح یصلح مایخشی تغیرہ فکیف بالملح ان حلت بہ الغیر

ہے،اس لیے کہ امت میں اختلاف واقع ہوگا،جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔بعض فقہائے کرام نے فرمایا کہ ایک وقت میں دواماموں (حاکموں) کا قائم کرنا جائز ہے لیکن کچھ شرائط کے ساتھ یہ جواز ہے ،مثلا

☆جب کہ دونوں اماموں (حاکموں) میں مسافت بعیدہ ہو کہ امت میں اختلاف ناممکن ہو۔

☆اور ایسے ہی اگر امت خبر دینے اور خبر لینے سے بعد مسافت کی وجہ سے عاجز ہو۔

پہلے امام سے تو اقتداء ناممکن ہوگا،جمیع احوال میں تو وہ اقتداء کرے دوسرے امام کی،ہمارے اس قول کے صحیح ہونے پر دلیل یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے امامت وخلاف میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مصالحت کی،اگر جائز نہ ہوتا تو آپ ان کے ساتھ نہ صلح کرتے اور نہ دین کے معاملہ میں اظہار خطاء میں راضی ہوتے،جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ صلح سے پہلے راضی نہ تھے تو ہماری بات درست ہوئی کہ دواماموں کا بیک وقت ہونا جائز نہیں۔

امام کون مقرر کرے گا؟ نیز امام وقت کے فرائض منصبی کیا ہوں گے؟

فیصلہ کن بات:اور صحیح یہ ہے کہ امام صاحب شریعت کی جانب سے مقرر ہوتا ہے،جس کا کام احکام کا قائم وثابت کرنا ہے اور یہ اسی صورت میں جائز اور ممکن ہوگا جب کہ امام ایک ہی ہو اور اس لیے کہ اگر لوگ براہ راست امام سے خبر لینے یا خبر دینے سے عاجز وقاصر ہوں تو اس کے نائب سے تو عاجز نہیں،تو یہ کلام بھی درست نہیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ"اذابویع الخلیفتان فاقتلوا الاخر منهما"،جب دو خلیفوں کی

بیعت کی جائے تو دوسرے کو قتل کر دو،تو ثابت ہوا امام ایک ہی ہونا چاہیے۔

سوال:ایک وقت میں دو مختلف مذہبوں کا ہونا کیسا ہے؟

جواب:احکام وشرائع میں فتوی کے ذریعہ دو مختلف مذاہب کا ہونا جیسا کہ فقہاء کرام مثلا امام اعظم ابوحنیفہ ،امام مالک،امام ابویوسف ،امام محمد شیبانی،امام زفر وشافعی رحمہم اللہ اور باقی فقہاء کا اختلاف ہے،آیا یہ اختلاف جائز ہے یا نہیں؟تو اس سلسلہ میں مختلف آراء ہیں۔

روافض ومعتزلہ کی رائے

معتزلہ اورروافض کہتے ہیں کہ اس قسم کا اختلاف ناجائز ہے(ان کا کہنا ہے کہ مختلف مذاہب کے حاملین ائمہ وفقہاء کا اتباع جائز نہیں ہے)۔

اہل سنت وجماعت کا مؤقف

اہل سنت وجماعت کہتے ہیں کہ ہر مجتہد کا فتوی واجتہاد قبول کیا جائے گا، پھر اگر اس کے اجتہاد وفتوی میں یقین کے ساتھ خطاء ثابت ہوجائے تو اس کا اتباع واجب نہیں بلکہ امتناع ضروری ہے اور جب تک اس کی خطاء یقین سے ثابت نہ ہو تو متابعت جائز ہے مگر جس میں احتیاط وحق معلوم ہو، اس کو لیا جائے اور ترجیح کا مطالبہ واجب ہے[1]۔

اہل سنت کی دلیل

اہل سنت کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ حضور اقدس سے مروی ہے کہ "اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم "، یعنی میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت یافتہ ہوجاؤگے اور یہ معلوم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسائل میں آپس میں مختلف ہوتے تھے۔

صحابہ نے براہ راست حضور سے دین سیکھا

اور ہم نے یہ اس لیے کیا کہ ہر ایک حضور کا صاحب ہے اور حضور سے بلاواسطہ دین کو سیکھا اور حضور ﷺ سے احکام سیکھے اور نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کا آپ ﷺ کی اقتداء کرنا حضور سے سماع کے سبب یا ثقہ نے حضورؐ سے سنا اور جو مسائل باب قیاس سے ہیں تو ہر صحابی مجتہد تھا اور سب اہل قیاس سے تھے، تو ان کا قیاس دوسروں کی تقلید کی بہ نسبت اولی ہے، اسی وجہ سے صحابہ میں اختلاف واقع ہوا اور اسی طرح فقہ میں اختلاف ہوا ائمہ میں۔ پھر یہ واجب نہیں کہ صحابہ اور ائمہ مذہب میں سے کسی ایک کو اقتداء کے لیے متعین کریں، کیونکہ اس میں دوسرے ائمہ سے اعراض وانکار لازم آتا ہے، یہ ناجائز ہے اور اگر ہم کہیں کہ مذہب ایک ہی ہونا چاہیے تو اس میں بطلان وحی ورسالت لازم آتا ہے، اس لیے کہ مذہب جب ایک ہوگا تو ضروری بات ہے کہ صاحب مذہب بھی ایک ہوگا اور تمام حوادث ومسائل میں وہی فتوی دئے گا کیونکہ غیر کی طرف رجوع کرنا جائز نہ ہوگا اور یہ بھی واجب ہوگا کہ وہ خطاء ونسیان اور سہو سے معصوم ہو اور یہ لوگوں پر معاملہ تنگ کرتا ہے اور اس میں کتمان حق لازم ہوگا، اس لیے کہ غیر کی طرف رجوع کرنا

جائز نہیں اور یہ جب خطاء کرے یا سہو کرے تو پھر حق کو ظاہر کرے گا تو پھر ان کا درجہ انبیاء سے بھی اعلیٰ ہوگا، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر و کبائر سے تو معصوم ہوتے ہیں لیکن وہ سہو و ذلت سے معصوم نہیں ہوتے تو یہ سہو و ذلت و خطاء سے معصوم مانا جائے تو یہ محال ہے کہ غیر نبی، نبی سے بڑھ جائے۔

تو ثابت ہوا کہ ہر شخص جو اہل اجتہاد ہے، وہ اجتہاد کر کے حوادث و نوازل میں جو مسائل پیش آئیں ان کا جواب دے اور اس کے فتوی و جواب کا لوگوں کو اتباع کرنا جائز ہے، جب تک یقین سے اس کی خطاء ظاہر نہ ہو اور طلب صواب کے لیے علل و دلائل اصول فقہ مذکور ہیں۔

صاحب شریعت اور صاحب دعوت

اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں، کہ صاحبِ شریعت اولوالعزم رسول ہیں اور وہ چھ نفر ہیں: اول: آدم علیہ السلام دوئم: نوح علیہ السلام۔ سوئم: ابراہیم علیہ السلام۔ چہارم: موسیٰ علیہ السلام۔ پنجم: عیسیٰ علیہ السلام۔ ششم: حضور پرنور محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہیں۔

معتزلہ وقدریہ کا عقیدہ اور اس کی تردید

معتزلہ اور قدریہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نہ صاحب شریعت ہیں اور نہ وہ رسول ہیں۔

تردید: ......اور یہ کفر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بواسطہ جبریل ان پر وحی کی اور اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ ان سے کلام کیا اور ان کو بلاواسطہ تمام اشیاء کے نام سکھائے، پھر ان کو دنیا میں اترنے کا حکم دیا اور ان کو طواف کا حکم دیا اور ان کو احکام اور مناکحہ وقربانی وغیرہا کا حکم دیا اور یہ سب احکام ان پر فرض تھے، اسی طرح ان کی اولاد پر فرض تھے اور یہ سب احکام اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی ان پر فرض کیے۔

صاحب شریعت اور کسے کہتے ہیں؟ آدم علیہ السلام نے یہ احکام (شریعت) اپنی اولاد کو تبلیغ فرمائے اور یہی نبوت و رسالت اور صاحب شریعت کی تعریف ہے۔

جو آدم علیہ السلام کو صاحب شریعت نہ مانے، کافر ہے

آدم علیہ السلام وہ سب سے پہلے انسان ہیں جو شریعت میں کسی کے تابع نہ تھے۔ پس جب کہ ان کو خدا نے احکام کا حکم دیا تو یہی ان کی شریعت ہوئی اور آدم علیہ السلام صاحب شریعت ہوئے اور جو اس

ازپدرش چه خیری دیدی ......☆...... که ازپسرش ببینی؟

کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ پھر صاحب شریعت وہ ہے کہ جس کو اللہ کی طرف سے وحی اور الہام ہو اور امر و نہی اور ناسخ و منسوخ کے احکامات ملیں اور اپنی طرف سے بھی شریعت کو نصب کرے اور اس میں اپنی رائے سے تصرف و کارروائی کرے اور اپنے اجتہاد سے احکام بیان کرے اور بغیر وحی ظاہر کے بعض احکام منسوخ کرے اور یہ بھی خدا کی طرف سے وحی کی جاتی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ''ومایـنـطـق عن الهوی ان هو الاوحی یوحی،، (النجم:۳۔۴) اور آپ اپنی طرف سے کلام نہیں فرماتے مگر وہ (اللہ کی طرف سے) کی ہوئی وحی ہوتی ہے۔

صاحب شریعت اور صاحب دعوت رسولوں میں فرق؟

پھر تمام وہ رسول جن کو صحیفے اور کتابیں دی گئی ہیں مگر ان میں امر و نہی اور ناسخ و منسوخ صراحت کے ساتھ نہ تھے، بلکہ وعظ و دعا تھیں جیسے ''زبور،، وغیرہ میں اور نہ وہ اپنی طرف سے امر و نہی میں تصرف کرتے ہیں اور نہ کسی حکم کو منسوخ کرتے ہیں، مگر وحی ظاہر جدید سے جو اللہ تعالی کی طرف سے ہو اور یہ ان صاحب شریعت رسل کے تابع ہوتے ہیں جو ان سے پہلے ہو گزرے اور یہ اصحاب دعوت ہوتے ہیں، اصحاب شریعت نہیں ہوتے۔

کیا آدم علیہ السلام صاحب کتاب وشریعت تھے؟

اور جو یہ کہے کہ آدم علیہ السلام صاحب شریعت نہ تھے کیونکہ ان پر کتاب نازل نہیں ہوئی، یہ خیال بالکل غلط ہے، اس لیے کہ اگر چہ ان کو کتاب نہیں دی گئی مگر ان کو وحی ظاہر دی گئی اور احکام و نصب شریعت اور ناسخ و منسوخ اور کتاب و وحی میں کچھ فرق نہیں کیونکہ دونوں چیزیں اللہ تعالی کی طرف سے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے پاس دس صحیفے تھے جو سب سے پہلے اللہ تعالی کی طرف سے آدم علیہ السلام پر نازل ہونے والے صحیفے تھے، ان صحیفوں میں احکام تھے تو ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام رسول اور صاحب شریعت تھے۔

صاحبِ شریعت پر وحی نازل ہونے سے قبل کسی سابقہ شریعت پر عمل لازم ہے یا نہیں؟

احناف اور شوافع کا فتوی

اس مسئلہ میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں: اس پر قبل نزول وحی پہلی شریعت پر عمل لازم ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کا قیاس یہی ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق لازم نہیں اور یہ مسئلہ اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے کہ پہلی شریعتوں کے احکام جب تک دلیل نسخ وارد نہ ہوئی ہو کیا ہمارے لیے لازم ہیں یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پر لازم ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ہم پر لازم نہیں۔

اگر کسی نے لڑکا ذبح کرنے کی نذر مانی تو بکری ذبح کرنا پڑے گی

اسی معنی کے لحاظ سے امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ جس نے نذر مانی کہ میں اپنا لڑکا ذبح کروں گا یہ نذر صحیح ہے اور ایسے ہی غلام کے بارے میں اور اس پر بکری کا ذبح کرنا لازم ہوگا، اس لیے کہ لڑکا ذبح کرنا ابراہیم علیہ السلام کے حق میں جائز تھا اور اس نذر سے بکری ذبح کر کے سبکدوش ہوئے اور دلیل نسخ ظاہر نہیں تو ابراہیم علیہ السلام کے سوا اور کوئی نذر مانے تو صحیح ہونی چاہیے اس لیے کہ مشروع چیز کی نذر مانی ہے اور نذر میں بکری متعین ہوگی جیسے ابراہیم علیہ السلام کے لیے دنبہ فدیہ میں دیا گیا۔ امام شافعی کے نزدیک یہ نذر صحیح نہیں، اس مسئلہ کا مقام کتب فقہ ہیں۔

وحی ملنے سے پہلے سابقہ شریعت پر عمل کیوں واجب ہوتا ہے؟

اور یہ جو ہم نے کہا کہ وحی سے قبل پہلی شریعت پر عمل لازم ہے، اس لیے کہ وحی سے قبل اس کو اپنی شریعت کا علم ہوگا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے: ''ما کنت تدری ما الکتاب و لا الایمان،، (الشوری:۵۲) نہ آپ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ہی یہ کہ ایمان کیا ہے، یعنی دعوی بالایمان اور کیفیت فی الایمان۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب شریعت منصوبہ مملوکہ علی الرشاد موجود ہے تو اس کو بلا عذر چھوڑنا جائز نہیں، قبل وحی اس کے لیے کوئی عذر نہیں اور جو شریعت کو بلا عذر چھوڑے تو وہ فاسق ہے، نیز ہماری اس بات کے درست اور صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عیسی علیہ السلام ''انجیل،، نازل ہونے سے پہلے ''تورات،، کی پیروی کرتے تھے اور اللہ تعالی فرماتا ہے: شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا،، (الشوری:۱۳) اسی دین کا راستہ تمہارے لیے مقرر کیا جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا، دوسری جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ''ملة ابیکم ابراهیم،، (الحج:۷۸) تمہارے باپ ابراہیم

علیہ السلام کا دین (پسند کیا)۔

حضورﷺ پر ''انجیل،، کی پیروی واجب نہ تھی

پھر حضور نبی کریمﷺ نے ''انجیل،، کی پیروی نہیں کی تو اس کی اپنی وجوہات ہیں، وہ یہ کہ حضورﷺ پر ''انجیل،، کی پیروی فی الجملہ (آخرکار) واجب نہ تھی لیکن اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ حضورﷺ نے ''انجیل،، کی پیروی اس لیے نہیں کی تھی کہ آپ کو ''انجیل،، کا سماع نہیں پہنچا کیونکہ حضور اقدسﷺ زمانہ فترت میں مبعوث ہوئے اور احکام واجب ہونے کے لیے سماع شرط ہے۔

پھر یہ طے شدہ بات ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر حضور انورﷺ کی پیروی کریں گے، اس لیے کہ ان کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے حالانکہ وہ صاحب شریعت رسول تھے۔ آسمان سے اترنے کے بعد بھی آپ رسول ہی ہوں گے مگر صاحب شریعت نہ ہوں گے، ان کو یہ جائز نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی حکم قائم کریں مگر اللہ کی وحی سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور کے خلیفہ ہوں گے۔

کیا آسمان سے اترنے کے بعد حضرت عیسیٰ لوگوں کے امام ہوں گے؟

ان کی امامت نماز میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ان کی امامت جائز نہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اس لیے کہ متبوع ہو جائیں گے اور یہ جائز نہیں، بلکہ امام مہدی نماز پڑھائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے پڑھیں گے۔

کیا امام مہدی ہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں؟

اور بعض نے کہا: مہدی ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور صحیح تر یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور لوگوں کی امامت کریں گے اس لیے کہ مہدی علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام افضل ہیں تو امامت کے لیے زیادہ مناسب اور اولیٰ ہیں اور نماز پڑھنے سے حقیقت میں متبوع نہیں ہو جاتے، اس لیے کہ متابعۃ اس لیے کہ متابعۃ بالصلوۃ دین وشریعت میں متابعت کو واجب نہیں کرتی ہے۔

نماز پڑھانے سے امام متبوع نہیں ہو جاتا، حقیقی متبوع ۔۔۔۔ حضور اقدس ہی ہیں

متبوع ومقتداء حقیقت میں حضور پرنور ﷺ ہی ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام تابع ہوں گے، یہ ایسے ہی ہے جیسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، حضور کی عین حیات میں تو وہ حقیقت میں متبوع نہ تھے بلکہ سب رسول اللہ ﷺ کے تابع ہیں اور نماز میں متابعت جائز ہے، شریعت میں متابعت جائز نہیں۔

فقہاء وائمہ کی متابعت حقیقت میں حضور کی متابعت ہے

جیسے ہمارے زمانے میں فقہاء وائمہ کی متابعت حقیقت میں حضور کی متابعت ہے تو ادائے شریعت میں حضرت عیسیٰ بھی بہ منزلہ فقہاء کے ہوں گے، ورنہ وہ رسول ونبی ہیں۔

پھر اگر عیسیٰ علیہ السلام ایسا کام کریں کہ جو شریعت محمدیہ کی رو سے جائز ومشروع نہیں تو اگر یہ فعل وحی جدید مقدر سے ہے اور شریعت محمدیہ کے موافق ہے اور شریعت محمدیہ کے مخالف وناسخ نہ ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے۔

مجلّہ فقہ اسلامی کے لئے اہل علم وقلم سے مقالات ومضامین کی صورت میں تعاون کی اپیل ہے...... صرف اور صرف فقہ المعاملات سے متعلق موضوعات پر لکھے گئے مضامین ومقالات ہی ارسال کئے جائیں۔

(مجلس ادارت)

فقہ اسلامی کے سابقہ شماروں کی جلدیں

ماہنامہ فقہ اسلامی کے ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲ اور ۲۰۱۳ء کے شماروں کی چند جلدیں دستیاب ہیں۔

خواہش مند حضرات حافظ عبدالرحمٰن ثانی صاحب سے...... رابطہ فرمائیں۔ 0312-20908

لائبریریز اور تعلیمی وتحقیقی اداروں کو ترجیح دی جائے گی۔

قیمت ۵۰۰ روپے فی جلد (علاوہ ڈاک خرچ)...... مجلسِ ادارت